سیّد محمّد آزاد

محمّد صغیر حسن معصومی

شہر ڈھاکہ اور مضافات ڈھاکہ عہد قدیم سے ہمیشہ اپنے ہونہار فرزندوں کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت کے مالک رہے ہیں۔ اس کی قدیم تاریخ سین اور پال خاندانوں کے حکمرانوں سے بھی قدیم تر ہے، پٹھانوں کے ابتدائی دَور میں اس کی شہرت ماند پڑ گئی اور سنارگانوں کا عروج رہا، عہد جہانگیری میں جب موسیٰ خان اور عیسیٰ خان کا مغلوں کے ہاتھوں خاتمہ ہُوا تو ڈھاکہ نئے حکمرانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر عہد مغلیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا۔ عالمگیری دَور میں نواب شائستہ خان کے زمانے میں یہ شہر منتہائے عروج پر تھا۔ دُور دُور کے علمی خانوادے اور ارباب تجارت اور اہل صنعت و حرفت یہاں آ کر آباد ہوئے۔ اور سرزمین بنگالہ سے یہ نو وارد ایسے مسحور ہوئے کہ پھر یہاں سے مراجعت کا خیال بھی دل میں نہ لا سکے۔ برطانوی حکومت کے زمانے میں بھی یہ شہر حکومت کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ اور انیسویں صدی نیز بیسویں صدی میں کلکتہ کے بعد صوبہ بنگال کا دوسرا پایہ تخت سمجھا گیا اور اپنی تہذیب و شائستگی کے لئے صوبے کے دوسرے سارے شہروں پر فوقیت کا حامل رہا۔ پٹھانوں، مغلوں کے علاوہ بہت سے ایرانی خاندان یہاں آ کر آباد ہوئے۔ اور آج بھی شیرازی ہاؤس کے افراد اور ان کے محلوں کے آثار جا بجا پُرانے شہر میں موجود ہیں۔

سید محمّد آزاد اور ان کے بڑے بھائی سید محمود آزاد بھی ایک شیرازی خاندان کے چشم و چراغ تھے، جن کی شہرت اردو نظم و نثر میں ایک عرصہ تک رہی اور تاریخ ادب

اُردو میں ان کی کارگزاریاں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ ان کے جد اعلیٰ میر اشرف علی اٹھارہویں صدی کے آواخر میں شیراز سے ہندوستان آئے۔ اور دیکھتے دیکھتے شہر ڈھاکہ کے نامی گرامی شرفاء میں انہوں نے اپنا مقام بنالیا۔ تاریخ نصرت جنگی کے بیان کے مطابق تین لاکھ بیگھہ اراضی کے مالک تھے، جن کی ماہوار آمدنی اس زمانے میں بیس ہزار روپے تھی۔ میر اشرف علی کا انتقال تقریباً ۱۸۲۹ء میں ہوا۔ اور موجودہ ڈھاکہ یونیورسٹی سائنس بلڈنگ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر آر۔ سی۔ موجمدار نے مزید حفاظت کے لئے احاطہ قبر کے گرد تاروں کا جال بنوا دیا۔

میر اشرف علی کے دو لڑکے تھے سید علی مہدی عرف بڑے خان اور سید مہدی علی عرف چھوٹے خان، چونکہ ان دونوں نے برما کی لڑائی میں حکومتِ برطانیہ کی امداد ایک بہت بڑی رقم سے کی تھی اس لئے دونوں "خان بہادر" کے خطاب سے نوازے گئے۔ ضلع بترہ کے مراد نگر تھانہ میں ان کا عالی شان محل تھا اور وہاں ان کی بڑی جائداد تھی۔ قضاکار مہدی علی خان دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے۔ اور ان کے بعد ان کے بڑے بھائی سید علی مہدی کے لڑکے سید اسدالدین حیدر تنہا جائداد کے وارث ٹھہرے۔ حکومت کے لگان ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کے عہد میں ساری خاندانی جائداد عام نیلام میں فروخت کر دی گئی۔

سید اسدالدین کا انتقال ۱۸۷۰ء میں ہوا، ہیبت نگر، کشور گنج، میمن سنگھ کے دیوان لقب رکھنے والے خاندان سے ازدواجی تعلقات رکھتے تھے۔

سید احمد عرف بڑے سید، محمود عرف منجھلے سید اور سید محمد عرف ننھے سید، تینوں انھیں سید اسدالدین حیدر کے چشم و چراغ تھے اور ڈھاکہ کے نامی گرامی شرفاء میں شمار ہوتے تھے۔ ان میں سید احمد کا انتقال سب سے پہلے ہوا۔

سید محمود اردو اور فارسی شاعری میں بڑی شہرت کو پہنچے ان کا تخلص آزاد تھا۔ ان کا دیوان کہا جاتا ہے کہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ البتہ راقم کو اس کے دیکھنے

کا اتفاق کبھی نہیں ہُوا۔ جن دنوں بنگال کے مایۂ ناز مشہور شاعر عبدالغفور خان نسآخ جن کے نام غالب کے خطوط اردوئے معلّیٰ میں محفوظ ہیں، ڈھاکہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے تو شعر و سخن کی نشستیں ہوتی تھیں۔ نسآخ کی تقریظ سید محمود آزاد کی لکھی ہوئی فارسی زبان میں ہمارے آگے ہے اور ان کی مثنوی نیز تاریخی مواد سے ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سید محمود بے اولاد تھے۔ وفات ڈھاکہ میں ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔

نتھے سید سید محمد آزاد اُردو نثر نگاری کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح، شوخی و ظرافت میں ایک خاص رتبے کے مالک تھے۔ ان کی ادبی زندگی کے کارنامے ۱۸۷۴ء سے شروع ہوتے ہیں اور ان کے مضامین آگرہ اخبار، مشیر قیصر، اودھ پنچ وغیرہ اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ان کا ناول نوابی دربار ۱۸۷۸ء میں شائع ہُوا، جس میں مذاق کے پیرایہ میں پرانے رنگ کے فاقہ مست نوابوں کا خاکہ اڑایا گیا ہے۔ یہ ناول عوام میں بہت مقبول ہُوا۔ "لوفر کلب" ان کی دوسری کتاب ہے، ان کے مزاحیہ مقالات کا مجموعہ پروفیسر عبدالغفور خان شہبازؔ نے خیالاتِ آزاد کے نام سے شائع کیا تھا۔ آپ کی کتاب موسوم بہ نئی لغت ظریفانہ رنگ کی مقفیٰ نہایت دلچسپ کتاب ہے۔

نواب سید محمد آزاد نے ابتدائی تعلیم آغا احمد علی اصفہانی سے حاصل کی تھی۔ آغا احمد علی وہی شخص ہیں جن سے مرزا غالب سے "برھان قاطع" کے بارے میں معرکے رہے ہیں۔ انگریزی پرائیویٹ پڑھی اور اس زبان میں ان کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ اوّل اوّل سب رجسٹراری سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اور اسی لائن میں ترقی کرتے کرتے انسپکٹر جنرل رجسٹریشن کے معزز عہدہ تک پہنچے۔ ایک مدت تک پٹنہ باڑھ اور مظفرپور میں ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔ یہی زمانہ ہوگا جب کہ ان کے تعلقات پروفیسر عبدالغفور خان شہبازؔ سے ہوئے ہوں گے۔

پروفیسر شہبازؔ اُردو نظم و نثر پر بڑی اچھی قدرت رکھتے تھے۔ اور نظیر اکبرآبادی کے متخصصین میں تھے۔ خیالاتِ آزاد کا مقدمہ اور سوانح محمد آزاد کا مقدمہ آپ نے لکھا۔ غلطی سے بعض مورخینِ ادب اُردو نے خیالاتِ آزاد کو مشہور ادیب مولوی محمد حسین آزاد

صاحب آبِ حیات کی طرف منسوب کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

سید محمد آزاد کی نواسی بیگم شائستہ اکرام اللہ کے بیان کے مطابق نواب سید محمد آزاد کلکتہ میں مقیم تھے تو بنگال کے سرسید نواب بہادر عبداللطیف سی آئی ای کی قدر دان نگاہوں نے ان کو اپنا لیا، چنانچہ ان کی پہلی بیوی کے فوت ہو جانے پر نواب صاحب کی صاحبزادی سے دوسری شادی ہوئی اور پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں گھر کی زینت بنیں۔ بڑے صاحب زادے سید علی اشرف ڈپٹی مجسٹریٹ کی حیثیت سے بڑی شہرت کے مالک ہوئے۔ سید علی اشرف کی پوتی مرحوم فضل الرحمٰن سابق وزیر تعلیم حکومت پاکستان سے بیاہی تھیں۔ دوسرے لڑکے سید علی مہدی سپرنٹنڈنٹ محکمہ ڈاک کے عہدے پر فائز ہوئے۔ تیسرے لڑکے سید علی حسن کے صاحب زادے سید اختر حسن ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر مغربی بنگال میں ہیں، چوتھے لڑکے سید علی احمد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ریٹائر ہوکر ڈھاکہ میں مقیم ہوئے، جہاں ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ پانچویں لڑکے سید حسن مشہور سیاسی لیڈر آتش بیان مقرر تھے۔ ان کا انتقال قاہرہ میں ہوا، یہ ہندوستان کے مصر میں اولین سفیر مقرر ہوئے تھے اور مشہور قومی روزنامہ "انڈیپنڈنٹ" کے ایڈیٹر تھے۔

صاحبزادیوں میں ایک شیر بنگال مرحوم ابوالقاسم فضل الحق سے بیاہی تھیں، جن کا انتقال شوہر کے عین حیات ہوگیا تھا اور دوسری صاحبزادی سر حسان سہروردی سابق وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی سے بیاہی تھیں جن کی صاحب زادی لیڈی شائستہ اکرام اللہ ہیں جو پاکستان کی مشاہیر خواتین میں سے ہیں۔ اور جو المغرب مراکش میں پاکستانی سفیر رہ چکی ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء میں جن دنوں آپ نے سفارت کا چارج لیا تھا ان دنوں حسن اتفاق سے یہ حقیر، نادر عربی مخطوطات کی تلاش میں رباط پہنچا ہوا تھا اور وہیں ان سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ بیگم صاحبہ کو اپنے ملک قوم اور خصوصاً زبان اردو سے جس قدر والہانہ شغف ہے اس کا تھوڑا بہت اندازہ ایک دو ملاقاتوں کے موقعہ پر اثنائے گفتگو میں ہوا۔ ان کے دادا مولانا عبیداللہ

العبیدی سہروردی بڑے جلیل القدر، میدنی پور کے رئیس تھے اور قدیم ڈھاکہ مدرسہ کے پرنسپل تھے۔ مولانا کا فارسی دیوان ان کی فارسی زبان پر بے پناہ قدرت کا شاھد ہے۔

نواب سید محمد آزاد کو بھی فارسی سے شغف تھا اور اوّل اوّل ایک فارسی اخبار "دور بین" میں فارسی زبان میں مضامین لکھتے تھے۔ آپ کی علمی اور انتظامی خدمات کی بنا پر حکومت برطانیہ کی طرف سے "امپیریل سروس آرڈر" (آئی۔ ایس۔ او) کا اعزازی نشان آپ کو عطا ہوا۔ آپ نے بنگال کونسل میں دو دفعہ کرسیٔ ممبری کو زینت بخشی۔ آپ انگلستان بھی گئے۔ وہاں سے جو خطوط آپ نے اپنے خاص طرز نگارش میں بھیجے ہیں وہ نہایت دلچسپ ہیں۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہوئے اور کلکتہ میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کی نواسی بیگم شائستہ اکرام اللہ نے ان کی قدامت پرستی اور گھر کے ماحول اور تہذیب و ثقافت کی عکاسی اپنی خود نوشت سوانح عمری "پردہ سے پارلیمنٹ تک" (FOOM PARDAH TO PARLIAMENT) میں اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز تک سرحسان سہروردی جیسے روشن خیال ماہرین تعلیم کے علمی خانوادے میں قدیم اسلامی تہذیب کی اچھی خاصی جھلک جیسا کہ کتاب مذکور سے ظاہر ہے موجود تھی۔ بزرگوں کا رعب و داب، چھوٹوں سے محبت اور ان کی تربیت کا بیحد خیال، سب باتوں کی تفصیل اس کتاب میں مذکور ہے آج جب کہ آزاد روی کا دور ہے ان باتوں کی قدر کہاں؟

افسوس ہے کہ اس وقت سید محمد آزاد کے طرزِ نگارش کا کوئی نمونہ پیش کرنے سے راقم عاجز ہے کہ باوجود تلاش اودھ پنچ کا انتخاب یا خیالاتِ آزاد کا کوئی نسخہ بسہولت دستیاب نہ ہو سکا، بچپن میں یہ دونوں کتابیں مطالعے میں رہ چکی ہیں اور اس لئے ان کی نثر نگاری پر مختصر سا تبصرہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تحریر میں زبان و محاورے کے چٹخارے کے علاوہ طنز و مزاح کا بڑا عنصر تھا جو پڑھنے والوں کو دعوت

فکر کے ساتھ ان کے لئے فرحت و انبساط کے سامان بھی بہم پہنچاتا تھا اور یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنی تحریر میں ہمیشہ تجدد پسندی پر بڑی کڑی نکتہ چینی کرتے تھے۔ جہاں تک ان کے لندن کے خطوط کا عنوان یاد آتا ہے "نئی روشنی کا نامہ و پیام" تجدد پسندوں کی دلچسپی کا مرکز تھا۔ اسی طرح "نئی روشنی کی ڈکشنری" کا سلسلہ بھی پسندیدگی کے ساتھ پڑھا جاتا تھا۔

انتخاب اودھ پنچ میں سید محمد آزاد کی تصویر بھی موجود ہے۔ جس سے رئیسانہ رعب و داب ظاہر ہے۔

یہ کہنا حقیقت سے بعید نہیں کہ بنگال و بہار میں مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی روح پھونکنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی آبیاری میں نواب سید محمد آزاد اپنے بزرگ نواب عبداللطیف کی مساعی میں بڑی حد تک شریک رہے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا